استاذ العلماء حضرت مولانا فضل مولیٰ کا سانحہ ارتحال

حافظ مومن خان عثمانی
امیر جے یو آئی تحصیل اوگی

دنیائے فانی میں بے شمار انسان روزانہ آتے جاتے ہیں، یہ ایک عارضی مسکن ہے، جہاں انسان اپنی عارضی زندگی گزار کر عالم برزخ کی طرف چل پڑتا ہے، دنیا سے انسانوں کی رحلت کے مختلف انداز ہیں، کسی انسان کے چلے جانے سے ایک گھرانہ متاثر ہوتا ہے، کسی کے چلنے جانے سے ایک کنبہ، کسی کے چلے جانے سے ایک خاندان اور کسی کے چلے جانے سے علاقہ متاثر ہوتا ہے، اور بعض ایسے لوگ بھی اس دنیا سے چلے جاتے ہیں جن کے چلے جانے سے پورا عالم متاثر ہوتا ہے، اسی لئے عربی میں کہا جاتا ہے۔ موت العالم موت العالم، عالم دین کی موت پورے جہاں کی موت ہے، ایک عالم ربانی کی موت سے پورا عالم اداس ہوتا ہے، کیونکہ اس کی خیر و برکت سے پورا عالم محروم ہو جاتا ہے، اس لئے عالم کی موت کو پورے عالم کا صدمہ قرار دیا گیا ہے۔ صوبہ سرحد کے مشہور اور ممتاز عالم دین حضرت مولانا فضل مولی قدس سرہ مہتمم جامعہ عربیہ دلبوڑی ۲۳ اگست کو سعودی عرب میں رحلت فرما گئے، استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل مولیٰ ۱۹۳۴ء کو گاؤں چیر علاقہ بسی خیل کالا ڈھاکہ میں حاجی زرداد خان کے ہاں پیدا ہوئے، حاجی صاحب موصوف علماء اور طلباء سے انتہائی عقیدت و محبت رکھنے والے خدا ترس انسان تھے، علماء اور طلبا کی خدمت انتہائی شوق اور جذبے کے ساتھ کیا کرتے تھے اور اپنی طاقت کے مطابق خدمت کا خوب حق ادا کرتے تھے، علماء اور طلباء کے ساتھ اسی عقیدت اور محبت نے انہیں اپنے بیٹے فضل مولیٰ کو طلب علم کے لئے وقف کرنے پر آمادہ کیا، مولانا فضل مولیٰ نے ناظرہ قرآن پاک مشہور عالم دین مولانا غلام محمد شیخ الحدیث جامعہ حمادیہ کراچی سے اپنے علاقہ میں پڑھا اور ان سے خطاطی میں بھی مہارت حاصل کی، درس نظامی کی ابتدائی کتابیں معروف مصنف مولانا ابن الحسن عباسی کے والد محترم مولانا مخدوم عباسی صاحب سے پڑھیں اور اس طرح اپنے علاقہ کے دیگر مشہور اہل علم سے فیض حاصل کیا، جن میں مولانا عمر شاہ المعروف شگئی مولوی صاحب، مولانا بدیع الزمان صاحب، مولانا درے خان صاحب، مولانا نذیر چکیری، مولانا ادریس چکیری،

مولانا رحیم اللہ کوہستانی، مولانا عبدالحلیم کوہستانی اور بلکوٹ باباجی سے قابل ذکر میں علوم وفنون فلسفہ، منطق، علم کلام اور علم حدیث کی کتابیں علاقہ سوات کے مشہور ومعروف عالم دین حضرت مولانا خان بہادر المعروف مارتونگ باباجی سے پڑھیں، ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۴ء تک مولانا فضل مولیٰ صاحب مارتونگ باباجی کے پاس رہ کر علمی پیاس بجھاتے رہے، آخر میں دورہ حدیث بھی مارتونگ باباجی سے سیدو شریف منگورہ میں پڑھا، حضرت مولانا خان بہادر صاحب المعروف مارتونگ باباجی جملہ فنون معقولات اور منقولات میں مہارت رکھنے والے جید عالم دین تھے، مارتونگ باباجی کو اپنے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ تعلق ومحبت حضرت مولانا فضل مولیٰ صاحب سے تھی، چنانچہ ۱۹۶۴ء میں دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد مولانا فضل مولیٰ صاحب نے حضرت مارتونگ باباجی کے حکم پر دیوبند ثانی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں درس وتدریس کا آغاز کیا، ۱۹۶۴ء کو آپ نے دارالعلوم حقانیہ میں قدم رکھا اور مسلسل اٹھارہ سال تک تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے، اس دوران ہزاروں کی تعداد میں طالبان حق نے آپ سے علمی استفادہ کیا، افغانستان، وزیرستان، لکی مروت اور بلوچستان میں آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، آپ کے مشہور تلامذہ میں بڑے جید اور مشہور علمائے کرام شامل ہیں، جن میں قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن، افغانستان کے عظیم گوریلا کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی، شریعت کونسل صوبہ سرحد کے سربراہ مفتی غلام الرحمٰن، سابق وزیر تعلیم رکن اسلامی نظریاتی کونسل مولانا فضل علی حقانی، مولانا انوار الحق جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، مولانا فضل رازق مرحوم ہری پوری، مولانا محسن شاہ، مولانا عبدالمتین کے علاوہ بلوچستان میں جمعیت علمائے اسلام کے بہت سے وزراء کو آپ کے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے، ۱۹۸۲ء میں آپ نے ضلع مانسہرہ کی تحصیل اوگی میں دلیوڑی کے مقام پر دارالعلوم عربیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور مختصر عرصہ میں اپنے مدرسہ کو ملک کے بڑے مدارس کی صف میں لا کھڑا کیا، مدرسہ کے قیام سے قبل یہ علاقہ شرک وبدعت اور توہم پرستی کا گڑھ تھا، رسم ورواج کی پابندی کو اہم فریضہ سمجھا جاتا تھا، جہالت کے اندھیرے ہر طرف عام تھے، مگر حضرت مولانا فضل مولیٰ صاحب کی شب وروز محنت وکاوش سے توحید وسنت کی ضیا پاشیاں چاروں طرف پھیلنے لگیں، رسم ورواج کے بندھن ٹوٹتے گئے، جہالت کے اندھیرے چھٹتے گئے اور علم کی روشنی سے علاقہ منور ہوتا گیا، آج جامعہ اسلامیہ عربیہ کی تین منزلہ شاندار عمارت ظاہری اور باطنی لحاظ سے ملک کے بڑے نامی گرامی مدارس میں شامل ہے، ہر سال سینکڑوں طلباء علوم وفنون حاصل کر کے ملک کے مختلف اطراف پھیل جاتے ہیں، اس کے علاوہ آپ نے ایبٹ آباد میں ۲۵ کنال اراضی خرید کر ایک عظیم الشان جامعہ کی بنیاد رکھی، جس کا افتتاح ۱۱ جولائی ۲۰۰۶ء کو قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن اور شہید اسلام مولانا حسن جان شہید نے کیا تھا، جس پر بڑی تیزی سے کام جاری ہے، صاحبزادہ مولانا رشید احمد اس کا نظام سنبھالے ہوئے ہیں، ملک میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کے لئے آپ کا تعلق جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ تھا، ۲۰۰۲ء کے الیکشن میں متحدہ مجلس عمل کے امیدوار مولانا عبدالمالک کے لئے آپ نے کالا ڈھاکہ میں بھرپور مہم چلائی، پیرانہ سالی اور بیماری

کے باوجود مولانا عبدالمالک کے ساتھ گاؤں گاؤں پھرے، اور عوام کو کتاب کے حق میں ووٹ ڈالنے کے لئے آمادہ کیا، جس کے نتیجے میں این اے ایکس سے متحدہ مجلس عمل کے امیدوار مولانا عبدالمالک نے کالا ڈھاکہ سے ریکارڈ ووٹ لئے تھے، قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کا آپ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا اور وہ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے، ملاقات کے لئے اکثر دلبوڑی تشریف لاتے تھے، ۲۰۰۲ء کے الیکشن میں کامیابی کے بعد قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن دلبوڑی تشریف لائے اور اپنے استاذ محترم سے ملاقات کی، اس کے بعد مولانا فضل مولیٰ کے والد محترم حاجی زرداد صاحب کا انتقال ہوا تو تعزیت کے لئے مولانا فضل الرحمٰن حاضر ہوئے، بٹگرام کی صوبائی سیٹ پر ۲۰۰۸ء کے ضمنی الیکشن میں مولانا فضل الرحمٰن تشریف لائے تو رات جامعہ اسلامیہ عربیہ دلبوڑی میں مولانا فضل مولیٰ صاحب کے ہاں گزاری، مولانا فضل مولیٰ صاحب بھی اکثر جمعیت علمائے اسلام کی خصوصی مجالس میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، ۲۰۰۲ء کے عام انتخابات میں ضلعی ناظم موجودہ وفاقی وزیر برائے سائنس اینڈ ٹیکنالوجی جناب اعظم خان سواتی کے پینل نے ضلع میں جمعیت علمائے اسلام سے عبرتناک شکست کھائی، صوبہ سرحد میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت قائم ہونے کے بعد خان صاحب موصوف نے جمعیت علمائے اسلام ہی میں اپنی عافیت سمجھی تو جمعیت میں آنے کے لئے مولانا فضل مولیٰ صاحب کے آستانے پر حاضر ہوئے اور انہیں مجبور کر کے مولانا فضل الرحمٰن کے پاس لے گئے اور اس طرح انہوں نے جمعیت میں آنے کے لئے راستہ ہموار کیا، لیکن افسوس کہ جمعیت میں آنے کے بعد خان صاحب نے مڑ کر دیکھا بھی نہیں جس کا انہیں آخری دم تک شدید دکھ تھا اور اس کو مولانا مرحوم بدترین مفاد پرستی پر محمول کرتے تھے، مولانا مرحوم خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے، زمانہ طالب علمی میں گرمیوں کے زمانے میں دوپہر کے وقت جب تمام طلباء سو جاتے تھے، مولانا گڑھا لے کر دور سے ٹھنڈا پانی لاتے اور طلباء کو پلاتے، دوسرے طلباء نے جب یہ خدمت اپنے ذمے لینے کی درخواست کی تو مولانا مرحوم نے فرمایا، تم اس مشقت بھری خدمت کو پورا نہیں کر سکو گے اور مجھے بھی اس خدمت سے محروم کر دو گے، آپ کے والدین بھی آپ کا بہت ہی احترام کرتے تھے اور زمانہ طالب علمی سے کبھی نام لے کر نہیں پکارا، بلکہ سوات مولوی صاحب کے نام سے پکارتے تھے، آپ حق بات کہنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، حق بات کو بانگ دہل بیان کرتے تھے، سوات آپریشن کے بعد ڈی ایس پی اور ایس ایچ او وگی نے امن وامان کو برقرار رکھنے کے لئے علماء کی میٹنگ بلائی، جس میں علاقہ کے سرکردہ علمائے کرام شریک تھے، ڈی ایس پی صاحب نے اجلاس کا ایجنڈا بیان کرتے ہوئے کہا کہ امن وامان کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ لوگ منبر ومحراب سے طالبان کے خلاف آواز اٹھائیں اور ان کے مظالم بیان کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ یہ لوگ غلط ہیں، اس پر مولانا مرحوم نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ ہم کیوں کہیں کہ طالبان غلط ہیں؟ ہمارا کام دین بیان کرنا ہے، پہلے بھی بیان کرتے تھے، آئندہ بھی بیان کریں گے، مولانا ایک زندہ دل آدمی تھے، مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، ان کی بعض باتیں بہت ہی دلچسپ ہوتی تھیں، راقم الحروف سے

فرماتے، تم بہت کنجوس ہو، تم نے ابھی تک مجھے اپنی کتابیں نہیں دیں؟ میں عرض کرتا حضرت! آپ تشریف لائیں تو میں اپنی کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کروں، عمرہ کے لئے تشریف لے جانے سے قبل ۲۰ جولائی کو کٹھائی میں ایک مسجد کے افتتاح کے موقع پر تشریف لائے اور دلچسپ بیان فرمایا، بیان کے دوران ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے سرحد اسمبلی مفتی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا، مفتی صاحب تشریف فرما ہیں، مجھے نہیں پتہ کہ رسمی مفتی ہیں یا حقیقی مفتی؟ لیکن مفتی ضرور ہیں، واپسی پر راقم الحروف نے اپنی کتابوں کا ایک سیٹ پیش کیا، بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے، کیا پتہ تھا کہ زندگی کی آخری ملاقات ہوگی، ۳۰ جولائی ۲۰۰۹ء کو عمرہ کی ادائیگی کے لئے سعودی عرب تشریف لے گئے، بڑے صاحبزادہ مولانا فرید احمد نے بھی عمرہ کے لئے کاغذات جمع کئے تھے، مگر ان کے کاغذات مسترد ہو گئے، اور ویزہ نہ لگا، جس پر تمام گھر والے پریشان ہو گئے کہ اکیلے جانا مناسب نہیں یا تو کسی اور کو ساتھ بھیج دیا جائے یا ان کا یہ سفر ملتوی کر دیا جائے، جب مولانا مرحوم کو پتہ چلا تو ڈانٹ کر فرمایا کہ اگر تم میرے ساتھ چلے گئے تو کیا مجھے موت سے بچا سکو گے؟ سعودی عرب میں عمرہ کے دوران مولانا بڑے ہشاش بشاش تر و تازہ چمک رہے تھے، مولانا روح الحق صاحب نے مولانا کی بشاشت دیکھ کر عرض کیا، مولانا! آپ بڑے ہشاش بشاش چمک رہے ہیں، کہیں موت تو آنے والی نہیں؟ اس پر مولانا صاحب نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ مجھے یہاں کی موت نصیب ہو اور حرم پاک میں میری نماز جنازہ پڑھی جائے اور یہاں پاک سرزمین میں دفن ہو جاؤں، اگرچہ تمہیں اس میں تکلیف ہوگی لیکن میری وجہ سے یہ تکلیف برداشت کر لو، ۲۲ اگست کو سعودی عرب میں پہلا روزہ تھا، مولانا نے روزہ رکھا، رات کو تراویح کی نماز ادا کی، اس کے بعد قاری ذاکر اللہ اور مولوی جہانزیب المعروف اکوڑی استاذ کے ہاں آرام فرما رہے تھے کہ اچانک دل کا دورہ پڑا اور مولوی جہانزیب کی گود میں سر رکھ کر جان جان آفریں کے سپرد کر دی، جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں پانچ سال سے میت دفنانے پر پابندی ہے، مگر اللہ نے اسباب پیدا کر دیئے، بحر اللہ ہزاروی، مولانا رشید احمد دیشانی اور عزیز اللہ خان کی کوششوں سے یہ مراحل بھی طے ہوئے۔ ۲۳ اگست عشاء کی نماز کے بعد مسجد الحرام میں امام حرم شیخ شریم کی امامت میں ۲۵ لاکھ سے ۳۰ لاکھ فرزندانِ توحید نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی، پاکستانی علمائے کرام کی کثیر تعداد نماز جنازہ میں شریک رہی اور ۲۶ اگست کو پاکستان واپس آنے والا مسافر ۲۳ اگست کو رات بارہ بجے ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی قبر مبارک سے ۲۰ گز کے فاصلے پر جنت المعلیٰ میں سپرد خاک کر دیا گیا، ساری زندگی قرآن وحدیث اور دینی علوم پڑھانے والے مولانا فضل مولیٰ نور اللہ مرقدہ سالار قافلہ امام المجاہدین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی قدموں میں جا کر بلاک نمبر ۳۰۸ قبر نمبر ۲۰۵ میں ابدی نیند سو گئے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے یہ سعادت کہاں